اب تبدیلی تو آئے گی

تحریر: سہیل احمد لون

حکیم خاندانی ہو تو نبض دیکھ کر بیماری بتا دیتا ہے, اچھا ڈاکٹر علامات اور رپورٹس سے بیماری کی تشخیص کرتا ہے, تجربہ کار مکینیکل انجینئر مشین کا خودکار نظام دیکھ کر اس کا آپریشن بتا سکتا ہے, ایک ماہر کیمیکل انجینئر پائپنگ دیکھ کر پرابلم بتا سکتا ہے, ماہر موٹر مکینک گاڑی کے انجن کی آواز سے ہی بتا دیتا ہے کہ اس پر کیا قیامت گزر چکی ہے۔ قابل جج دونوں پارٹیوں کے ثبوت دیکھ کر اور دلائل سن کر سچ اور جھوٹ علیحدہ علیحدہ کر کے اپنا فیصلہ سناتا ہے۔ غرضیکہ ہر وہ شخص جو اپنے شعبے اور پیشے میں مہارت رکھتا ہے اسے اپنا لوہا منوانے میں کسی سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُس کا کام ہی اُس کی سند اور کام سے لگن ہی اُس کی حقیقی ڈگری ہوتی ہے۔ موجودہ ملکی حالات میں ہمارا کوئی ادارہ ایسا نہیں جس پر فخر کیا جا سکے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہر ادارے کو چلانے والے یا تو پیشہ وارانہ صلاحیتوں سے عاری ہیں اور اگر ایسا نہیں تو کسی نے اُن کے ہاتھ باندھ رکھے ہیں۔ بالخصوص جن کے ہاتھ میں ملک کی باگ دوڑ ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے جیسے سیاسی بصیرت انہیں چھو کر بھی نہیں گزری ،جیسے وہ بصارت سے بھی محروم ہوں اور انہیں وطن عزیز میں ہر لمحہ بدلتی صورت حال انہیں دکھائی نہ دے رہی ہو۔ جو ماضی کی غلطیوں سے سبق نہیں سیکھنے کا تہیہ کر چکے ہیں..... حال میں بے حال اور مستقبل سے ناامید.....! دیانتدار بیوروکریٹ اور سیاستدان ملک کی تاریخ بناتے ہیں مگر آج ہم ''تاریخ'' بنتے نظر آ رہے ہیں۔ ملک بیک وقت کئی اکھاڑوں میں کبھی نہ ختم ہونے والی نورا اور حقیقی کشتیاں لڑ رہا ہے۔ تعجب ہے کہ قدرتی وسائل سے مالا مال ہمارا زرخیز خطہ معاشی بدحالی کا شکار کیوں ہے؟ غیر معیاری اور طبقاتی نظام تعلیم نے علمی پستی کی طرف دھکیل رکھا ہے اور قوم بننے کیلئے ترستا ہوا ہجوم جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ لوڈشیڈنگ, دہشت گردی, ناانصافی, طبقاتی درجہ بندی, بے روزگاری, صحت, سیکیورٹی, بھوک, افلاس, مہنگائی, چور بازاری اور لوٹ مار جیسے مسائل سے بھرا پاکستان حیرت و حسرت سے اپنے راہبروں کا منہ تک رہا ہے۔ ویسے تو ہر مسئلے کا حل موجود ہوتا ہے مگر موجودہ حالات نے اتنا مایوس کر دیا ہے کہ لوگ کسی معجزے کی منتظر دکھائی دیتے ہیں۔ ہم مسئلوں کی اس دلدل میں ایسے دھنستے جا رہے ہیں کہ باہر نکلنے کی کوئی امید ہی دکھائی نہیں دے رہی۔ ہم تو پہلے سے ہی مسائل میں خود کفیل تھے اب ہمیں کرونا وائرس جیسے بین الاقوامی مسئلے کا سامنا ہے۔ آزاد ملک ہونے کے باوجود خودمختاری اور ملکی سالمیت بھی ہمارا ایک مسئلہ ہے۔ ہم ایک آزاد ملک میں رہتے ہوئے بھی خود کو ''خودمختار'' کہتے ہوئے جھجک محسوس کرتے ہیں۔ شاعر مشرق نے تو فرمایا تھا۔

؎ خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اپنے ہاں تو ''خودی'' کے ساتھ ساتھ بڑا کچھ بیچا بلکہ لٹایا گیا ہے اور ابھی تک آبا و اجداد کی وارثت سمجھ کر بانٹا جا رہا ہے۔ اس معاملے میں ہماری سخاوت نے حاتم طائی کو بھی شرمندہ ہونے پر مجبور کر دیا ہے اس بیچارے کے پاس کیا تھا ہم تو دینے پر آئیں تو آدھا ملک دے دیتے ہیں اور وہ بھی 90 ہزار مسلح اسیروں کے ساتھ۔ موسم گرما اپنے عروج پر ہے تو لوڈشیڈنگ کا جن بھی بوتل سے نکل آیا ہے اور غیر اعلانیہ لوڈ

شیڈنگ نے عوام کی وقت پر کام نہ کرنے کی عادت کو ایک جینوئن بہانا بھی دے دیا ہے۔گرمی کے ستائے غریب عوام منہ آسمان کی طرف اٹھا کر بارش کی دعائیں کرتی ہے اگر دعا قبول ہو جائے تو گلی محلے اور سڑکیں وینس کا ماحول پیش کرتی ہیں۔ایک وقت تھا جب برسات کا موسم رومانٹک تصور کیا جاتا تھا جس میں محبوب کا تصور دماغ کی مومی تختی پر ابھرتا تھا مگر گزشتہ چند برسوں سے برسات میں محبوب کی بجائے ڈینگی مچھر خون چوسنے آ جاتا ہے۔اب ہماری غریب عوام میں اتنا خون کہاں بچا ہے کہ اس کی پیاس بجھ سکے۔پہلے ہی بوٹوں والے ڈریکولا, نوٹوں والی جونکوں اور لوٹوں والے پسوؤں نے ان کا سارا خون چوس رکھا ہے۔اس نیم مردہ نیم قوم کو ہوش کے انجکشن لگا کر جگانے کی اشد ضرورت ہے اور اگر خوش قسمتی سے ہوش آ گئی تو اُس کے بعد بھی غیرت مند خون کی چند بوتلیں لگانا پڑیں گی۔اس مقصد کے لیے ,ایمانداری کا ہسپتال بھی بنانا ہوگا۔جس میں کبھی نہ بکنے والے سرجنوں کی ایک ٹیم ہو جو ضرورت پڑنے پر آپریشن بھی خود ہی کرے۔

عوام کو کسی نا کسی نعرے سے بار بار بے وقوف بنایا گیا ہے,کبھی کوئی خود ساختہ ''مرد مومن'' مرد حق بن کر اسلام کے نام پر,تو کبھی روٹی کپڑا مکان کے نام پر,کسی نے روشن پاکستان کا خواب دکھایا تو کسی نے ایشین ٹائیگر بنانے کا چکما دیا,کوئی آمریت میں جمہوریت کا جھولا دیتا رہا تو کوئی جمہوریت میں آمریت دکھاتا رہا۔پھر تبدیلی کا سنہرا خواب دکھا کر ورغلایا گیا اور برسوں سے بنیادی حقوق کو ترسی ہوئی عوام کو امید نظر آئی تو ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ پی پی,لیگی یا بوٹوں والی سرکار کے علاوہ کوئی نئی سیاسی جماعت اقتدار کے باندر کلے کا رسہ تھامے نظر آئی۔دراصل تبدیلی صرف کپتانی میں آئی ہے اگر دیکھا جائے تو کھلاڑی وہی پرانے ہی ہیں اور اپنا ''کھیل'' بڑی مہارت سے کھیل رہے ہیں۔بیچاری عوام کے پاس ان مخصوص چہروں کے سوا کسی اور کو منتخب کرنے کی کوئی اور چوائس نہیں ہوتی۔اس سلیکشن نما الیکشن میں تو کسی غیرت مند کا داخلہ ویسے ہی ممنوع ہوتا ہے۔اگر کبھی جیوری کے فیصلے پر دھاندلی کا شور مچ جائے۔تو اس کا بھی معقول انتظام ہے ناں!

ہمارے ہر فن مولا .....!!! جو ہوا , خشکی اور پانی ہر جگہ مارچ کر سکتے ہیں۔ان کو تو نہ عوام کے ووٹ کی ضرورت ہے نہ کسی جیوری کے فیصلے کی..... ہر فیصلہ خود ہی لکھ کر منوا لیتے ہیں۔خود کو بلا مقابلہ ہی منتخب کر لیتے ہیں۔اور ظلم یہ ہے کہ اگلے مقابلے کے لیے کوئی تاریخ بھی نہیں دیتے۔ایک بار تاج سر پر سجا لیں تو,10۔11 سال تک کسی کی باری نہیں آتی۔مگر آج سب سے اہم سوال یہ ہے کہ وطنِ عزیز ان ڈراموں کا مزید متحمل ہو سکتا ہے؟تبدیلی سرکار نے اپنی حکومت کی چالیس فیصد مدت پوری کر لی ہے اور عوام سے کیا گیا کوئی وعدہ وفا نہ کیا گیا۔قومی ادارے پہلے ہی زبوں حالی کا شکار تھے ان کا مزید بیڑا غرق ہو رہا ہے۔عمران خان جب کرکٹ ٹیم کے کپتان بنے تو سب سے پہلے انہوں نے ایسے کھلاڑیوں کو ٹیم سے فارغ کیا جن کی کارکردگی پر سوالیہ نشان تھا انہوں نے سب سے پہلا ٹوکہ اپنے کزن ماجد خان پر چلایا پھر یہ سلسلہ جاری رہا اور جب عمران خان نے عالمی کپ جیت کر کرکٹ کو خیر باد کہا تو ان کی بنائی ہوئی ٹیم دس برس سے زائد مخالفین کے لیے ایک سخت حریف ثابت ہوئی۔سیاست کے میدان میں جب عمران خان کو ملکی قیادت ملی تو یہاں کرکٹ والا فارمولہ استعمال نہ کیا,سب سے بڑے صوبے پنجاب کی باگ دوڑ ''وسیم اکرم پلس'' کو دے دی جو اب تک ''سلیم جعفر'' ہی ثابت ہوا۔یہی حال دیگر وزیروں اور مشیروں کا ہے جن کی انڈر پرفارمنس کی وجہ سے آج مائنس ون کی گونج سنائی دینے لگی ہے۔کہتے ہیں کہ Kill it before it kill to you ,اب وزیر اعظم عمران خان پر ہے کہ اپنی ٹیم میں تبدیلی کر کے اپنے پیشے اور شعبے میں ماہر,اہل,قابل,ملک اور انکی سیاسی جماعت کے

وفادار افراد کو موقع دیتے ہیں یا خود مائنس ہونا پسند کرتے ہیں۔اب تبدیلی تو آئے گی دیکھنا یہ ہے کہ تبدیلی کس کو مائنس کرتی ہے؟

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

13-07-2020